بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلاَۃُ وَالسَّلاَمُ عَلَی خَاتَمِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَی آلِہِ وَصَحْبِہِ أَجْمَعِیْن، أَمَّا بَعْدُ:

092: تقدیر پر ایمان کے درجات کا بیان (حصہ پنجم)

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور ہم بات کر رہے تھے پچھلے درس میں تقدیر پر ایمان کے تعلق سے، چند مسائل بیان کیے تھے اور جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں، اور ہم اس جملے پر رُکے تھے پچھلے درس میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَالعِبادُ فاعِلونَ حَقيقَةً، وَاللهُ خالِقُ أفعالِهِم" (اور بندے حقیقتاً فعل کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو ہیں اُن کے افعال کے خالق ہیں)۔

اور اس جملے میں جیسا کہ آگے بیان ہوگا تقدیر کے معاملے میں اہل بدعت میں سے جو سب سے بڑے دو گروہ ہیں اُن دونوں کا جواب ہے "وَالعِبادُ فاعِلونَ حَقيقَةً، وَاللهُ خالِقُ أفعالِهِم"۔ اور مختصراً بیان کردوں میں تاکہ آگے سمجھنے میں آسانی ہو کہ تقدیر کے معاملے میں اہل قبلہ کے تین گروہ ہیں ان میں سے ایک حق پر ہے دو باطل پر ہیں:

(۱) جو حق پر ہے وہ کون سا ہے؟ اہل سنت والجماعت۔ اس کی دلیل کیا ہے کہ حق پر ہیں اور باقی باطل پر ہیں؟ تہتّر فرقے کی حدیث ہمیشہ یاد رکھیں آپ بھولیں گے نہیں۔ معروف حدیث تہتّر فرقے والی حدیث کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: "یہودیوں کے اکہتّر فرقے بنے نصاریٰ کے بہتّر فرقے بنے، میری امت کے تہتّر فرقے بنیں گے، سارے کے سارے جہنم میں سوائے ایک فرقے کے"؛ عرض کرتے ہیں صحابہ یہ کون سا فرقہ ہے؟ فرماتے ہیں: "عَلَى مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" (جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں)؛ اور دوسری روایت میں "الجَمَاعَةُ": الجماعۃ سے مراد صحابہ کی جماعت اور اہل سنت کی جماعت، اور تمام وہ جماعتیں یا وہ لوگ جو اس راستے کی پیروی کرتے ہیں یہ ہیں اہل سنت والجماعت "الفرقۃ الناجیۃ والطائفۃ المنصورۃ" جیسا کہ دوسری احادیث میں آیا ہے۔

(۲) جو باقی دو گروہ ہیں تقدیر کے معاملے میں جن سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے اور دونوں نے افراط اور تفریط سے کام لیا ہے اس معاملے میں، حد سے گزر گئے؛ ایک ہے وہ گروہ ہے جس نے تقدیر کا انکار کیا ہے اور ان کو کہتے ہیں القدریہ (تقدیر کے منکر)، اور ان کے پھر آگے دو گروہ ہیں ایک قدریہ غلاۃ ہیں اور دوسرے معتزلہ ہیں۔

"القدرية الغلاة" یہ وہ ہیں جو تقدیر کا مکمل انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے علم کا بھی انکار کرتے ہیں علم کی نفی بھی کرتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں مراتب بالقدر کی جب بات کرتے ہیں تو چار مرتبے ہیں، اور بعض دو بیان کرتے ہیں پھر دو کے دو دو حصے بیان کرتے ہیں تو مکمل طور پر چار ہو جاتے ہیں؛ جو قدریہ ہیں وہ جو پہلے دو مراتب ہیں تقدیر کے ان دونوں کا انکار کرتے ہیں پہلے دو کون سے ہیں؟ "**العلم والکتابة**" (اللہ تعالیٰ کا أزلی علم کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق جو کائنات میں ہونے والا ہے تا قیامت قلم کو حکم دیا اور قلم نے لکھ دیا)؛ یہ پہلے دو مرتبے ہیں اور جو غلاۃ القدریہ ہیں ان دونوں کا انکار کرتے ہیں اس لیے ان کو قدریہ کہتے ہیں۔

معتزلہ جو ہیں یہ بھی تقدیر کے منکر ہیں لیکن ان لوگوں نے یہ کوشش کی ہے اپنی عقل کی بنیاد پر قدریہ کی چند غلطیوں کو سنوارنے کی کوشش کی عقل کی بنیاد پر قرآن اور سنت کی روشنی میں نہیں؛ جب ترازو غلط تھا اور ٹیڑھا تھا تو پھر اس کا نتیجہ بھی ایسا ہی ہونا تھا، ان لوگوں نے پہلے دو مراتب کا اقرار کیا لیکن جو اگلے دو مراتب ہیں تقدیر کے اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور اللہ تعالیٰ کا خلق جو ہے اس کا انکار کر دیا، اور علم اور کتابت کا جو انہوں نے اقرار کیا وہ بھی عقل کی بنیاد پر کیا تو اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ چلو آدھا تو ٹھیک ہے۔ آدھا بھی ٹھیک نہیں ہے!

دیکھیں سچ سچ ہوتا ہے جب مکمل سچ ہو، ادھورا سچ سچ نہیں ہوتا کیا خیال ہے؟!

تو یہ ہیں القدریہ مختصراً، ان کے برعکس جو دوسرا گروہ ہے وہ ہے الجبریہ کا جن کو جبری کہتے ہیں۔

ان لوگوں نے یہ کہا کہ انسان جو بھی کرتا ہے مجبوری میں کرتا ہے انسان کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہے انسان اپنے ہر قول و فعل میں ہر عمل میں مجبور ہے، حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کرنے والا ہے انسان کا اپنا کوئی بس نہیں ہے؛

اور پھر مثال دیتے ہیں کہ جیسا کہ درخت کا پتہ جو ہے اسے ہوا اُڑا کر لے جاتی ہے جہاں پر اسے گرا دے اُس پتے نے وہیں پر گرنا ہے اُس پتے کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے، اس گروہ کو کہتے ہیں "الجبریہ" (جبری گروہ)۔

ایک اور فائدے کی بات بتاتا ہوں کہ جو القدریہ ہیں یا تقدیر کے منکر ہیں ایک تو معروف جماعت ہے المعتزلہ جسے ہم کہتے ہیں کوئی جانتا ہے اور کون ہے ان کے علاوہ؟ سوچ لیں آگے جب جملے کی میں شرح کروں گا آپ کو بتا دوں گا۔

جبری کون ہیں دور حاضر میں؟ دیکھیں ہم جو پڑھ رہے ہیں یہ کوئی خیالی باتیں ہیں یا حقیقتاً ایسے گروہ موجود ہیں؟ یہ جبری عقیدہ جو ہے آج کے زمانے میں موجود ہے یا نہیں ہے اگر ہے تو پھر یہ کون سا گروہ ہے سمپل سوال ہے نا؟ یا تو کہیں نہیں ہے پچھلے زمانے

میں کوئی گروہ تھا ختم ہو گیا اب، لوگ چلے گئے مر گئے یہ بد عقید گی بھی ختم ہو گئی ہے تو الحمد للہ جان چھوٹ گئی صرف علمی باتیں ہیں ہم ایک دوسرے کو سمجھا رہے ہیں کہ ایسے لوگ بھی ہوا کرتے تھے یا یہ گروہ آج بھی موجود ہے؟ پھر اگلا سوال یہ ہے کہ کون سا گروہ ہے؟ تو موجود ہے کہ نہیں؟ موجود ہے پتہ نہیں کون سا ہے یا تو یہ جواب ہو سکتا ہے نا؟ موجود ہے اتفاق رائے ہے یا کوئی اس کے علاوہ کوئی اور فتویٰ ہے؟ یہ موجود ہے اس پر تو اتفاق ہے موجود ہے۔ پتہ ہے کون سا ہے؟

أشاعرۃ، ماترید یہ کہتے ہیں انسان مجبور ہے، جبر کا عقیدہ ان لوگوں میں پایا جاتا ہے۔

اور ان کا پتہ ہے سردار کون ہے سب سے پہلے کس نے ایجاد کیا تھا؟ جہم بن صفوان نے، یہ جہمیوں کا عقیدہ ہے۔

جہنم بن صفوان چار بڑی مصیبتیں لے کر آیا تھا امت میں: پتہ ہے کون سی ہیں؟ میں نے کئی دروس میں بیان کیا ہے ایک مرتبہ سے زیادہ کیا ہے کون سی ہیں چار:

(۱) "خلق القرآن" کہ قرآن مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے، یہ جہم بن صفوان کی ایجاد کردہ بدعت ہے اور جس نے بھی بعد میں یہ عقیدہ اپنایا ہے حقیقتاً اس کے اندر جہمیت موجود ہے۔

(۲) دوسرا جبر کا عقیدہ جس کی ہم بات کر رہے ہیں کہ انسان مجبور ہے۔

(۳) تیسرا ارجاء کا عقیدہ کہ انسان کے عمل کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۴) جنت اور دوزخ کا فنا ہونا۔

(یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے جو ابھی بتا رہا ہوں میں؟ نہیں لکھا ہوا۔ ایکسٹرا انفارمیشن ہمیشہ نوٹ کی جاتی ہے، حاشیے میں دیکھتے ہیں جو طلاب علم ہیں اکثر علماء جو ہیں کیوں لکھا ہوتا ہے اُن کی کتابیں حاشیے سے بھری ہوتی ہیں؟ اور کتاب میں کیا لکھنا ہے پھر؟! یہ وہ معلومات ہیں جو کتاب میں نہیں ہیں کتاب سے باہر جو استاد ہے وہ آپ کو بتاتا ہے تا کہ آپ اس کے ساتھ جب بھی مراجعہ کریں گے تو کتاب کے ساتھ ساتھ جو ایکسٹرا یہ معلومات ہیں وہ بھی آپ کے علم میں شامل ہو جائیں گی یہ ہوتا ہے اصل علم)۔

یہ چار چیزیں یاد رکھ لیں۔

سوال: جبریہ کا جو عقیدہ ہے جہم بن صفوان لے کر آیا ہے، قدریہ کا عقیدہ کون لے کر آیا؟

جواب: اس کا کہتے ہیں کہ سوسن کرسچن تھا۔

سوال: معبد الجہنی؟

جواب: اس سے پہلے معبد الجہنی تو لے کر آیا لیکن اس سے پہلے جو ہے کہتے ہیں کہ سوسن کرسچن تھا اس کا نام۔ سوسن نصرانی کے نام سے معروف ہے کتابوں میں، وہ کہتے ہیں کہ اس بندے نے سب سے پہلے جو ہے اس مصیبت کی اینٹ رکھی تھی (جو سب سے پہلی Brick ہے) پھر بعد میں اہل قبلہ سے لوگ جو آئے ہیں تو انہوں نے پھر آہستہ آہستہ اس بدعت کو اپنایا ہے؛

معبد الجہنی ہے پھر واصل بن عطاء اور یہ باقی بعد میں جو آئے ہیں۔

الغرض؛ جو تیسرا گروہ ہے اہل سنت والجماعت انہوں نے ایک جملے میں دونوں کا ردّ کر دیا ہے وہ جملہ کیا ہے؟ ''وَالعِبادُ فاعِلونَ حَقيقةً، وَاللهُ خالِقُ أفعالِهِم'': شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان دو جملوں میں دونوں کا ردّ کر دیا ہے۔

''وَالعِبادُ فاعِلونَ حَقيقةً'': اور بندے حقیقتاً فعل کرنے والے ہیں کس کا ردّ ہے؟ جبریہ کا ردّ ہے، جبری کہتے ہیں انسان مجبور ہے؛ کہتے ہیں نہیں! ''العِبادُ فاعِلونَ حَقيقةً'' تو جبریہ کا ردّ ہو گیا۔

''وَاللهُ خالِقُ أفعالِهِم'': قدریہ کا ردّ ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے فعل کو پیدا نہیں کیا انسان نے خود پیدا کیا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ صحیح بات ہے (یعنی یہ جو جملہ ہے شیخ الاسلام کا یہ صحیح ہے) جو بندہ ہے وہ خود اپنے فعل کی حقیقت مباشرت یعنی فعل کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے فعل کو پیدا کیا ہے خلق کیا ہے، یہ عقیدہ ہے اہل سنت والجماعت کا اور پہلے سے ہی اس عقیدے کو ہم دلائل کی روشنی میں بیان کر چکے ہیں (تمام دروس جو ابھی گزرے ہیں غالباً چھ سات سے زیادہ دروس ہیں جو صرف تقدیر کے معاملے میں گزر چکے ہیں) ''وخالفهم في هذا الأصل طائفتان'': اور اس اصل میں دو گروہوں نے مخالفت کی ہے اہل سنت والجماعت کی؛ کون سے ہیں:

1- ''الطائفة الأولى: القدرية من المعتزلة وغيرهم'': قدریہ جو ہیں انہوں نے مخالفت کی ہے اہل سنت والجماعت کی تقدیر کے باب میں، ''القدرية من المعتزلة وغيرهم'' معتزلہ اور ان کے علاوہ بھی۔

اب میرا سوال ہے، ان کے علاوہ کون شامل ہیں؟ ہم ایک نام جانتے ہیں قدریہ جو غلاۃ میں نے کہا ہے پہلے دو مراتب کے منکر ہیں، اور معتزلہ باقی دو مراتب کے منکر ہیں۔ ''وغيرهم'' سے کیا مراد ہے پتہ ہے اور کون ہیں؟ نوٹ کر لیں "الرافضہ": جو روافض ہیں شیعہ جو ہیں وہ تقدیر کے معاملے میں معتزلہ کا عقیدہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے افعال کو پیدا نہیں کیا۔

"قالوا"(اس گروہ نے کہا)"إن العباد فاعلون حقيقة، والله لم يخلق أفعالهم":انہوں نے کیا کہا معتزلہ نے اور تقدیر کے منکروں نے؟"إن العباد فاعلون حقيقة"(کہ بندے حقیقتاً فعل کرنے والے ہیں)"والله لم يخلق أفعالهم"(اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے فعل کو پیدا نہیں کیا)۔

کس چیز کا انکار کیا ہے؟ خلق کا؛اور خلق جو ہے یہ تقدیر کے مراتب میں چوتھا مرتبہ ہے۔

2-دوسرا گروہ:"الطائفة الثانية: الجبرية من الجهمية وغيرهم"(جبری عقیدہ رکھنے والے کہ انسان مجبور ہے اس کو کوئی اختیار نہیں ہے اپنے کسی عمل میں)۔

یعنی کافر نے جب کفر کیا تو مجبور تھا، مومن نے جب ایمان کا راستہ اختیار کیا وہ بھی مجبور تھا، جو زنا کرتا ہے وہ مجبور ہے، جو شراب پیتا ہے وہ مجبور ہے، جو نیک عمل کرتا ہے وہ مجبور ہے جو صدقہ خیرات دیتا ہے جو نماز پڑھتا ہے وہ سب مجبور ہے ہیں کس کا عقیدہ ہے؟"الجبرية من الجهمية وغيرهم"۔

جہمیہ تو پتہ چل گیا ہے"وغيرهم"کون ہیں؟ أشاعرہ، ماتریدیہ۔اِن لوگوں نے کیا کہا؟"قالوا: إن الله خالق أفعالهم، وليسوا فاعلين حقيقة"؛ دیکھیں وہی جملے کیسے آرہے ہیں آگے پیچھے اُلٹے سیدھے:"قالوا" سے مراد یہ اُن کا عقیدہ ہے جو اُن کی زبان سے بھی بیان ہوتا ہے،"إن الله"(بے شک اللہ تعالیٰ)"خالق أفعالهم"(اُن کے افعال کا خالق ہے)"وليسوا فاعلين حقيقة"(اور وہ خود حقیقت میں فعل کرنے والے نہیں ہیں(یعنی مجبور ہیں))۔

تو پھر یہ کیسے کہا جاتا ہے کہ وہ عمل کرنے والے ہیں عمل تو وہی کرتے ہیں نا؟! اضافۃ العمل جو ہے عمل کی نسبت اُن کے لیے پھر کیا معنیٰ رکھتی ہے؟ کہتے ہیں:"لكن أضيف الفعل إليهم من باب التجوز": مجازاً فعل کی نسبت اُن کی طرف کی گئی ہے حقیقتاً نہیں۔

اس لیے لفظ حقیقتاً"فاعلين حقيقة"کیوں آرہا ہے بار بار؟ حقیقت کی ضد مجاز ہے نا؟

انسان اب جیسے ہم کہتے ہیں "قائمٌ" کسے کہتے ہیں؟ جو کھڑا ہے،"قاعدٌ" جو بیٹھا ہے،"جالسٌ" یہ بھی بیٹھا ہے۔

فرق کیا ہے قائد اور جلوس میں کوئی جانتا ہے؟ عربی زبان میں ایک چیز بتاؤں میں آپ کو کہ ہماری زبان میں یا کسی اور زبان میں جو مترادفات ہیں ملتے جلتے الفاظ ایک ہی جیسے ہیں، لفظ مختلف ہوں معنی ایک ہو تو اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا، عربی زبان میں نہیں بلکہ ہر لفظ کا اپنا اپنا معنی ہوتا ہے اگرچہ جنرلی(Generally)ایک ہی معنی ہو لیکن جب لفظ فرق ہو گیا تو اُس معنی میں بھی تھوڑا سا فرق ہے۔

دیکھیں انسان جب بیٹھتا ہے اُس کی دو صورتیں ہوتی ہیں کہ یا تو آپ کھڑے ہوتے ہیں بیٹھتے ہیں، یا لیٹے ہوتے ہیں پھر بیٹھتے ہیں؛ اگر آپ کھڑے ہیں اور آپ بیٹھ جائیں تو کہتے ہیں قعود، اگر آپ لیٹے ہوں اُٹھ کر بیٹھ جائیں تو اسے کہتے ہیں جلوس۔

اب جو قائم ہے کسے کہتے ہیں؟ جو کھڑا ہے، کھڑے ہونے کا فعل اُس نے خود کیا ہے۔

قائم اسم فاعل ہے، جالس اسم فاعل ہے؛ اسم فاعل کا مطلب یہ ہے کہ جس نے فعل کیا ہے اس کی طرف فعل منسوب ہے اس نے خود فعل کیا ہے۔"صائمٌ" اسم فاعل ہے، "شاکرٌ" اسم فاعل ہے؛ یہ سب کیا ہے؟ اسماء الأفعال ہیں۔

مطلب کیا ہے؟ فعل ہوا ہے تو پھر اس کا اسم آیا ہے فعل نہیں تو اس کا اسم بھی نہیں ہے۔

تو یہ کس نے افعال کیے ہیں سارے؟ جو جبر یہ ہیں وہ کیا کہتے ہیں؟ حقیقتاً اُس نے نہیں کیا کرنے والا اور ہے کرانے والا اور ہے، تو انسان جو کر رہا ہے وہ خود نہیں کر رہا ہے! آگے اس کے بڑے خوفناک اور خطرناک نتائج نکلے ہیں اور خطرناک معنی نکلے ہیں ،آگے بیان ہو گا دیکھیں (والعیاذ باللہ)!

کہتے ہیں: لیکن جو فعل کی اضافت ہے اُن کی طرف یہ کس بنیاد پر ہے؟ "من باب التجوز" (مجازاً، حقیقتاً نہیں) "وإلا؛ فالفاعل حقيقة هو الله" نعوذ باللہ: تو جو فاعل ہے حقیقتاً کون ہے پھر انسان تو نہیں ہے انسان تو مجاز ہے بیچارہ! تو پھر فاعل کون ہے حقیقت میں؟ اللہ ہے (مجازاً یہ انسان یہ بندہ ہے، نعوذ باللہ)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): یہ قول جو ہے یہ وحدۃ الوجود کی طرف لے کر جاتا ہے۔ وحدۃ الوجود کیا ہے؟ "وحدۃ" (ایک)؛ وحد کسے کہتے ہیں عربی میں؟ ایک۔ وحدۃ کیا ہے واحد اور وحدۃ میں کیا فرق ہے؟ "واحد" (ایک) "وحدۃ" (سب مل کر ایک منتھی کر دینا)۔ oneness اور unity میں کیا فرق ہے؟ یہی فرق ہے۔

جب آپ مختلف چیزوں سے ایک کو الگ کر دیتے ہیں واحد ہے جب سب کو جمع کر کے ایک بنا دیتے ہیں یہ کیا ہے؟ وحدۃ ہے۔

"وجود" (جو موجودات ہیں)۔ موجودات کیا ہیں؟ عمومی طور پر دو قسم کی ہیں، ایک خالق ایک مخلوق ہے۔ تیسرا کوئی ہے؟ نہیں ہے۔ تو وحدۃ الوجود کا مطلب یہ ہے کہ خالق اور مخلوق ایک ہے کہ تمام موجودات ایک ہی ہیں، خالق مخلوق حقیقتاً ایک ہی ہے! (نعوذ باللہ)۔

اور یہ بھی باطل معنی آتا ہے کہ خلق کیا ہے؟ جب موجودات ایک ہی ہیں اور اُن میں کوئی فرق نہیں ہے تو خالق اور مخلوق ایک ہی ہے تو خلق کیا ہے؟ اللہ ہے، "الخلق هو الله" نعوذ باللہ۔

اور پھر اس کا اور جو غلط معنی نکلتا ہے جو أبطل الباطل ہے کہ بندوں میں سے زانی بھی ہے چور بھی ہے فاسق بھی ہے شراب خور بھی ہے زیادتی کرنے والا بھی ہے ظلم کرنے والا بھی ہے؛ یہ سب کون ہیں نعوذ باللہ اُن کے نزدیک؟! دیکھیں یہ معنی لازم آتا ہے نا! جب آپ کہتے ہیں کہ انسان کچھ کرنے والا نہیں ہے جو کرنے والا ہے وہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں ہے تو یہ سب معنی لازمی آتے ہیں!

یاد ہے ایک قصہ؟ ابھی میں نے کہا أشاعرہ وماتریدیہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ ایسی باتیں کرتے ہیں کیا ثبوت ہے آپ کے پاس؟ کتابیں کھول کر دیکھیں ناذراتذکرۃ الرشید میں قصہ یاد ہے آپ کو کہ کرنے والا کون ہے کرانے والا کون ہے (نعوذ باللہ)؟ کیا معنی ہے اس کا پتہ ہے؟ یہی معنی ہے؛ وہ رنڈی کا قصہ (نعوذ باللہ) جاتی تھی جلال الدین کوئی بزرگ تھے اُن کی مریدنیاں تھیں بہت ساری رنڈیاں تو وہاں آئیں ایک نہیں آئی اُن کے پاس تو پوچھا کیوں نہیں آئی؟ بتایا کہ بھئی میں رسوا ہوں کس طریقے سے آسکتی ہوں؟! اُس کو بلایا پھر یہ کہا کہ کرنے والا کون کرانے والا کون؟! (نعوذ باللہ)۔

تو یہ جو باطل معنی ہیں اس میں شامل ہیں اور یاد رکھیں یہ باتیں جو ہیں کوئی خیالی باتیں نہیں ہیں واللہ کتابوں میں آج بھی موجود ہیں اور یہ پڑھائی بھی جاتی ہیں، اور اس مذہب کا اور اس بدعقیدگی کا دفاع بھی کیا جاتا ہے! (نعوذ باللہ)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی پناہ اور اللہ تعالیٰ ان افعال سے پاک ہے جو بھی منسوب ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے علاوہ اور بھی لوازم باطلہ موجود ہیں اس بدعقیدگی کے (نعوذ باللہ)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوا ہے اور بات واضح ہو جاتی ہے اس جملے سے "والعباد فاعلون حقيقة، والله خالق أفعالهم": ردًّا على الجبرية والقدرية": دونوں گروہوں کا ردّ ہے اس جملے میں۔

پھر شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالعَبْدُ هُوَ الْمُؤْمِنُ وَالكَافِرُ، وَالبَرُّ وَالفَاجِرُ، وَالمُصَلِّي وَالصَّائِمُ" (جو بندہ ہے مومن ہے وہی کافر ہے، وہی اچھا ہے وہی بُرا ہے، وہی نمازی ہے اور وہی روزہ رکھنے والا ہے)۔ جو ابھی میں نے کہا ہے سارے کیا ہیں یہ؟ اسماء الأفعال ہیں۔

یعنی جو وصف ہے ایمان کا کفر کا، اچھائی کا بُرائی کا، نماز پڑھنے کا یا روزے کا یہ وصف ہے بندے کا کسی اور کا نہیں ہے، یہ بندہ ہی مومن ہے یہ بندہ ہی کافر ہے، یہ بندہ ہی اچھا ہے یہ بندہ ہی بُرا ہے، یہ بندہ ہی نمازی ہے یہ بندہ ہی روزے دار ہے (روزہ رکھنے والا ہے)، اسی طریقے سے زکوۃ دینے والا جو حج کرنے والا ہے، عمرہ کرنے والا ہے وہ اسی طریقے سے ہے کسی کو بھی کوئی وصف

نہیں دیا جا سکتا جو اس کا فعل نہ ہو حقیقتاً جب تک حقیقتاً فعل سرزرد نہ ہو کسی بندے سے تو وہ شخص اس وصف کا حقدار نہیں ہو سکتا۔

یعنی بے نمازی کو نمازی نہیں کہہ سکتے نا آپ! کہہ سکتے ہیں؟ جب تک وہ نماز نہیں پڑھے گا نمازی کیسے کہہ سکتے ہیں اسے؟! تو اس نے نماز پڑھی اس لیے اس کو نمازی کہا جاتا ہے، اس نے روزہ رکھا اس لیے اس کو روزے دار کہا جاتا ہے، تو آپ اس وصف کو اس بندے کو نہ دے سکتے ہیں نہ لے سکتے ہیں، جو یہ فعل نہیں کرتا اس کو یہ وصف دے نہیں سکتے اور جس وصف سے یہ شخص متصف ہے اس سے آپ چھین نہیں سکتے کیونکہ یہ لازم اور ملزوم ہے۔

اور اس جملے میں جبریہ کا ردّ ہے۔ یعنی یہ جملہ کہ بندہ جو ہے خود مومن ہے وہی کافر ہے، اچھا ہے بُرا ہے، نمازی ہے روزے دار ہے اس جملے سے کیا مراد ہے؟ یہ جملہ کیوں شیخ الاسلام نے بیان کیا ہے؟ اس جملے سے کس گروہ کا ردّ ہے؟ جبریہ کا۔

پھر جب ہم عبودیت کی بات کرتے ہیں بندگی کی بات بندگی کی کتنی قسمیں ہیں؟ دو یاد رکھیں؛ ایک عام اور ایک خاص ہے۔

اس کی ضرورت کیا پڑ گئی ہے ہم عبد کی بات کر رہے ہیں نا؟! میں اسے آسان کر دیتا ہوں: کافر اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے کہ نہیں یا کسی اور کا بندہ ہے؟ اللہ ہی کا بندہ ہے۔ مومن کس کا بندہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے (دونوں اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں)؛ لیکن دونوں برابر ایک جیسے ہیں؟ نہیں۔

کافر کی کون سی عبودیت ہے؟ عام عبودیت ہے۔ مومن کی کون سی عبودیت ہے؟ خاص عبودیت ہے۔

اب دلیل کی بات آتی ہے؛ دلیل کیا ہے کہ عبودیت کی دو قسمیں ہیں اور اس کی ضرورت کیوں پڑی ہے؟

جو عام عبودیت ہے اس کا پہلے معنیٰ کیا ہے تاکہ بات آسان ہو جائے سمجھنے میں؟ ''هي الخضوع لأمر الله الكوني'': (اللہ تعالیٰ کے کونی اُمر کی اطاعت کرنا)۔

کن فیکون ہو کر رہے گا اُس سے کوئی انکار کر نہیں سکتا، پوری کائنات میں جو اللہ تعالیٰ کا اُمر کونی ہے اس کی اطاعت تمام مخلوق کرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ مریم آیت نمبر 93 میں:

﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾: جو کچھ بھی آسمان اور زمین میں ہے ﴿اِلَّآ﴾ (مگر) یعنی کوئی مستثنیٰ نہیں ہے تمام کی تمام مخلوقات آسمانوں اور زمینوں میں؛ ﴿اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ (اللہ تعالیٰ کی طرف آئیں گے بندگی کی صورت میں اللہ کے بندے بن کر)۔

آسمانوں اور زمینوں میں کیا صرف مومن ہوتے ہیں یا تمام مخلوقات اس میں شامل ہیں؟ تمام مخلوقات۔ یہ کون سی عبودیت ہے بندگی کی؟ عام ہے۔

خاص عبودیت کا معنی کیا ہے؟ "هي الخضوع لأمر الله الشرعي": (اللہ تعالیٰ کے شرعی اُمر کی اطاعت کرنا اور پابند ہو جانا اور یہ خاص ہے مومنوں کے لیے)؛ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الفرقان آیت نمبر 63 میں: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝٦٣﴾۔

اور دوسری مثال کوئی جانتا ہے؟ سورۃ الاسراء: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا﴾ إلي آخر الآية (الاسراء:1)۔ یہاں پر عبد کون سی عبودیت ہے؟ خاص۔

تیسری دلیل کتاب میں سورۃ الفرقان آیت نمبر 1: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ﴾ إلي آخر الآية۔

اور مثال کوئی جانتا ہے؟

سورۃ الکھف کی پہلی آیت کیا ہے؟ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝١﴾: عبد سے کون مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ کون سی عبودیت ہے؟ عبودیت خاص۔

پھر شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَلِلعِبادِ قدرةٌ على أعمالِهِم، وَلَهُم إرادةٌ، وَاللهُ خالِقُهم وَخالِقُ قدرتِهِم وَإرادَتِهِم" (اور بندے کے اپنے اعمال پر قدرت ہے اور طاقت ہے اور ان کا ارادہ بھی ہے، اور اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے ان کی قدرت کو اور ارادے کو)۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بھی پیدا کرنے والا ہے یعنی بندوں کو، اور اُن کی جو قدرت ہے طاقت ہے اور ارادے کو بھی اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے؛ یعنی کوئی اور نہیں ہے۔

بندوں کی قدرت اپنے اعمال پر اور ان کا ارادہ اس کو ثابت کرنے سے کس گروہ کا ردّ ہے؟ جبریہ کا جو کہتے ہیں کہ انسان کی نہ تو قدرت ہے نہ کوئی ارادہ ہے۔ مجبور کیا ہوتا ہے اپنا ارادہ ہوتا ہے مجبور کا کوئی؟ وہ اپنی مرضی سے کچھ کر سکتا ہے؟ کوئی قدرت ہے اس کی یا عاجز ہے؟ عاجز ہے کچھ کر نہیں سکتا اپنی مرضی سے؛ تو یہ اس گروہ کا ردّ ہے۔

اور دوسرا جملہ "وَاللهُ خالِقُهم وَخالِقُ قدرتِهِم وَإرادَتِهِم" یہ کس گروہ کا ردّ ہے؟ قدریہ کا جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق نہیں ہے اور نہ ہی بندے کے ارادے اور اس کی قدرت کا خالق ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ مصنف جو ہیں وہ اشارہ کر رہے ہیں اس جملے سے کہ بندے کا فعل جو ہے وہ مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کی (یعنی اللہ تعالیٰ نے بندے کے فعل کو پیدا کیا ہے) اور جو فعل ہے جو انسان کرتا ہے یہ بندے کے ارادے اور قدرت دونوں کی بنیاد پر ہوتا ہے (یعنی انسان پہلے ارادہ کرتا ہے پھر اسے طاقت ہوتی ہے پھر انسان عمل کرتا ہے)۔

ابھی میں اگر اس قہوے کا کپ اٹھاؤں میں نے پہلے کیا کیا ہے اٹھانے سے پہلے؟ ارادہ کیا ہے، پھر طاقت بھی ہے قدرت بھی ہے اٹھانے کی پھر میں نے اٹھایا ہے، پھر میں اس کو پیا ہے۔ تو مجھے کس نے پیدا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے۔ میرے اس فعل کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے۔

جو جبر یہ ہیں کہتے ہیں: نہیں! انسان مجبور ہے نہ اس کا ارادہ ہے نہ اس کی قدرت ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے مجبور کیا ہے کہ تم نے یہ عمل کرنا ہے اُس نے کیا ہے۔

اِن کے بر عکس معتزلہ کہتے ہیں: کہ انسان خود مختار ہے اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا کہ وہ نہ ارادہ کرے اور نہ یہ فعل کرے انسان نے خود کیا ہے (نعوذ باللہ)۔

اور جو مخلوق سے چیز سر زرد ہو جائے (انسان مخلوق ہے نا) اس کا ارادہ مخلوق ہے کہ نہیں؟ اس کی قدرت اس کی طاقت تمام اس کا ایکشن کیا ہے؟ اس کے تمام افعال کیا ہیں؟ مخلوق ہیں۔

تو یہ اشارہ ہے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا اس طرف کہ جب تمام چیزیں مخلوق ہیں تو انسان خود مختار کیسے ہو سکتا ہے؟! اور کس طریقے سے وہ اپنے فعل کا خود خالق کیسے ہو سکتا ہے؟! ممکن نہیں ہے!

اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انسان کا جو فعل ہے وہ اپنے اختیار سے ہے مجبوری میں نہیں ہے کیونکہ انسان کی قدرت اور ارادے سے سر زرد ہوا ہے قدرت اور ارادے کی بنیاد پر ہوا ہے، اگر قدرت اور ارادہ نہ ہوتا انسان کا تو یہ فعل اس سے کبھی سر زرد نہ ہو سکتا (اگر ارادہ نہ ہو تو فعل نہیں، اگر ارادہ ہے قدرت نہیں تب بھی فعل نہیں؛ فعل کب سر زرد ہوتا ہے؟ جب ارادہ بھی ہو اور پھر قدرت اور اس کو کرنے کی طاقت بھی ہو)؛ اور اگر انسان مجبور ہوتا تو پھر ارادے اور قدرت کی شرط کبھی نہ ہوتی۔

پھر اس کی دلیل میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝۲۸ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۹﴾ (التکویر:28-29)۔

﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ﴾ (تم میں سے جو چاہے سیدھا ہو جائے راہ راست اختیار کر لے)؛ کس گروہ کا رد ہے؟ جبریہ کا۔ اگر انسان مجبور ہوتا تو اللہ تعالیٰ کیسے فرماتا جیسے اس آیت میں ہے "کہ تم میں سے جو چاہے استقامت کا اختیار کرے"؟! جب ہے مجبور تو اس کی اپنی مشیئت کہاں پر ہے؟! اپنا نہ ارادہ باقی رہا نہ اس کی مشیئت باقی رہی کچھ بھی نہیں وہ تو مجبور ہے بیچارہ! نہیں! ﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ﴾: جو تم میں سے چاہے راہ راست دکھادی گئی ہے۔ دیکھیں بات آسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے ارادے کو بھی پیدا کیا ہے، اُس کی چاہت کو بھی پیدا کیا ہے اُس کی طاقت کو بھی پیدا کیا ہے، انسان مخلوق ہے اُس کے سارے افعال جو اس سے سرزرد ہوتے ہیں اس کے اقوال سب مخلوق ہیں انسان خود مخلوق ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دو راستے دکھا دیئے ہیں، ایک راہ راست ہے صراط مستقیم ہے، دوسرا جو اس کے برعکس ہے؛ ایک جنت کی طرف راستہ جاتا ہے دوسرا جو راستہ ہے جہنم کی طرف جاتا ہے۔

پھر اس راستے کو مکمل وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کیسے؟ دو طریقے سے:

(۱) اپنے رسول جو سب سے عظیم لوگ ہیں مخلوقات دنیا میں سب سے عظیم اور سب سے سچے سب سے اچھے ﴿الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ﴾ (ص:47) یعنی ان سے بہتر کوئی ہو نہیں سکتا اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔

(۲) پھر رسالت نازل فرمائی جو پیغام ہے اللہ تعالیٰ کا کہ راہ راست کیا ہے اور اس کے برعکس کون کون سے غلط بُرے راستے ہیں، راہ راست کو اپنانا ہے کیسے اپنانا ہے اور کس طریقے سے اس پر چلنا ہے، اور اس کے علاوہ اور جو راستے ہیں وہ کون سے ہیں کیسے بچنا ہے، پھر کتابیں نازل کی ہیں تاکہ ریفرنس کے لیے کوئی کتاب موجود ہو کہ جب نبی علیہ الصلاۃ والسلام چلا جائے دنیا سے وفات پا جائے تو پیچھے ہمارے پاس ہاتھ میں کوئی چیز تو ہے جس پر صدیوں تک ہم عمل کرتے رہیں، پڑھتے بھی رہیں اور عمل بھی کرتے رہیں۔

تو انسان کے پاس اب کیا حجت باقی رہتی ہے اگر وہ راہ راست پر نہیں چلتا؟ اس لیے کیا فرمایا؟ ﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ﴾ حجت تمام ہو گئی ہے؛ کتاب نازل ہو گئی ہے، رسول بھی آچکا ہے پیغام بھی بہترین انداز میں دے چکا ہے۔

یعنی فصاحت کی بات ہم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام سے بہتر کوئی فصاحت کا مالک ہو سکتا ہے؟ فصیح کوئی ہو سکتا ہے؟ یعنی انداز بیان میں "وضوح الألفاظ" الفاظ کی وضاحت میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اچھا ہو سکتا ہے؟ نہیں واللہ نہیں ہو سکتا! سچائی میں کوئی اچھا ہو سکتا ہے؟ سمجھانے میں کوئی اچھا ہو سکتا ہے؟ پیغام پہنچانے میں کوئی اچھا ہو

سکتا ہے؟اس درد کے ساتھ کہ ان کو سمجھ آجائے کسی ذریعے سے بھی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کوئی درد رکھ سکتا ہے؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!

اس لیے کیا فرمایا؟﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ﴾ (کہ اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے ان کے پیچھے اگر یہ مانتے نہیں ہیں؟!) (الكهف:6)۔

﴿فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾﴾ (الغاشية: 21-22)۔

دیکھیں کام کیا ہے؟ پیغام پہنچانا ہے زور زبردستی نہیں کرنی ہے بندہ جانے اُس کا ربّ جانے (سبحان اللہ)۔

تو یہ تمام چیزیں جو ہیں واضح دلائل ہیں کہ انسان کی اپنی بھی کوئی مشیئت ہے اپنا بھی کوئی اختیار ہے: ﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ﴾ کس کا ردّ ہے؟ جبریہ کا کہ انسان مجبور نہیں ہے۔

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کس کا ردّ ہے؟ اور تم نہیں چاہتے مگر وہ جو اللہ ربّ العالمین چاہتا ہے کس کا ردّ ہے؟ قدریہ کا جو تقدیر کے منکر ہیں۔

انسان کی مشیئت اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے ماتحت ہے ورنہ پھر دیکھیں اس وقت ہم درس میں آئے ہیں کسی نے آپ کو مجبور کیا ہے آنے کو؟ مرضی سے آئے ہیں نا؟ جو لوگ نہیں آسکے کہ کوئی سو گیا ہے کوئی سفر پر ہے کوئی کہیں پر ہے کیا مجبور تھے وہ؟ مجبور نہیں تھے اپنے اختیار سے (سبحان اللہ)۔

آنے سے پہلے ارادہ تھا کہ نہیں تھا آپ نے چاہا ہے کہ نہیں چاہا؟ پھر گھر سے نکلے کہ نہیں نکلے؟ سواری پر سوار ہو کر آئے ہیں کہ نہیں؟ یہ سارے اعمال جو کیے ہیں یہ کیا ہیں مشیئت ہیں کہ نہیں؟

کسی نے چاہا ہے اچانک بیمار ہو گیا ہے تکلیف ہو گئی ہے (اُس نے چاہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا ہے) درس میں نہیں آسکا ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾: انسان مکمل طور پر خود مختار نہیں ہے اور نہ مکمل طور پر مجبور ہے۔

اب یہ آپ کے سامنے دو مشروب رکھے جاتے ہیں ایک چائے اور ایک قہوہ رکھا جاتا ہے آپ چائے کو اٹھا لیتے ہیں اس کو چھوڑ دیتے ہیں کسی نے مجبور کیا ہے آپ کو یا آپ کی پسند اور ناپسند کی بات ہے چاہت اور ناچاہت کی بات ہے؟ آپ نے جو چاہا ہے اس کو لے لیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دے دی ہے ایسا ہوتا ہے نا؟

آپ کے سامنے پھلوں کی ٹوکری رکھ دی جاتی ہے اُس میں مختلف پھل ہیں کیا ہم سب ایک ہی پھل اٹھاتے ہیں؟ کبھی دیکھا ہے آپ نے آم کے علاوہ؟ آم ہوتا پھر کوئی نہیں چھوڑتا اس کو، مختلف پھل ہوں تو انسان کی اپنی اپنی پسند ہوتی ہے، کسی نے سیب اٹھایا ہے کسی نے کیلا اٹھایا ہے کسی نے مالٹا اٹھایا ہے؛ کس نے مجبور کیا اس کو جس نے کیلا اٹھایا ہے؟ مجبوری میں اٹھایا ہے اس نے یا اپنا اختیار تھا اس کا؟

کسی نے اٹھانے کی کوشش کی فالج ہو گیا گر گیا، اٹھانا چاہتا ہے لیکن نہیں اٹھا سکتا یہ کیا ہے؟ تم نہیں چاہتے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے ربّ العالمین۔

پھر شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَهذِهِ الدَّرَجَةُ مِنَ القَدَرِ" (یہ جو درجہ ہے تقدیر کا)۔

یعنی کون سا درجہ ہم پڑھ رہے ہیں؟ دو درجے بیان کیے ہیں شیخ الاسلام نے، پہلے درجے میں دو چیزیں ہیں دوسرے میں دو چیزیں ہیں:

(۱) پہلے درجے میں دو چیزیں کیا ہیں؟ علم اور کتابت، وہ گزر گیا ہے۔

(۲) اب دوسرے درجے کی ہم بات کر رہے ہیں اب یہ ساری جتنی بھی ڈیٹیل ہے پچھلے دو دروس میں تقریباً دوسرا درجہ جو ہے یہ درجہ کون سا ہے؟ مشیئت اور خلق (پیدا کرنا)۔

"يُكَذِّبُ بِها عامَّةُ القَدَرِيَّةِ" (اس کو جھٹلاتے ہیں عام قدری جو ہیں تقدیر کے منکر جو ہیں (قدری کہتے ہیں تقدیر کے منکر کو)) "الذينَ سَمَّاهُمُ النَّبِيّ صلى الله عليه وسلم مَجوسَ هذِهِ الأُمَّةِ" (جسے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امت کے مجوسی بیان کیا ہے (یہ نام اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گروہ کو دیا ہے))۔

جو تقدیر کا انکار کریں گے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ "مَجوسَ هذِهِ الأُمَّةِ" ہیں، اس امت کے مجوسی ہیں۔ مجوسی کون ہیں؟ آگ کے پجاری۔ پتہ ہے ان کا عقیدہ کیا ہے؟

یہ آگ کی پوجا کیوں کرتے ہیں آگ کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ اچھائی اور بُرائی سے پہلے آگ سے اس کا کیا تعلق ہے؟ بات روشنی اور اندھیرے کی اور ظلمت کی؛ کہتے ہیں خالق دو ہیں، ایک ہے روشنی کا خالق ایک اندھیرے کا خالق، ایک اچھائی کا ایک بُرائی کا۔

دو خالق ہیں یہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے!

تقدیر کے منکر کو اس پر آپ تولیں اور دیکھیں ذرا وہ کس طریقے سے مجوسی ہیں وہ کیا کہتے ہیں کتنے خالق ہیں ؟ ایک مخلوق جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ایک خالق ہے۔ دوسرا خالق کون ہے ؟ انسان خود جو عمل کرنے والا ہے فعل کرنے والا ہے اس نے اپنے فعل کو پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے فعل کو پیدا نہیں کیا۔

تو کتنے خالق ہوئے ؟ دو خالق ہوئے۔ مجوس کیا کہتے ہیں کتنے خالق ہیں ؟ دو ہیں۔ تو اس بنیاد پر دونوں ایک جیسے ہیں (نعوذ باللہ)۔

پھر شیخ صاحب یہاں پر فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): یہی بات کرتے ہیں کہ حوادث جو بھی کائنات میں نئی چیزیں آتی ہیں (مخلوقات اور مختلف چیزیں) دو خالق ہیں، ایک خیر کا خالق ہے ایک شَر کا خالق ہے؛ جو خیر کا خالق ہے وہ روشنی ہے اس لیے آگ کی پوجا کرتے ہیں کہ روشنی ہوتی ہے نا، اور جو شَر کا خالق ہے وہ ظلمت ہے اندھیرے ہیں (یعنی خیر کا خالق کون ہے ؟ روشنی ہے نور ہے؛ اور شَر کا خالق کون ہے ؟ اندھیرے اور ظلمتیں ہیں) اور جو قدریہ ہیں وہ مجوسیوں سے مشابہت کرتے ہیں اس اعتبار سے کہ حوادث کی دو قسمیں ہیں یہ جو مخلوقات ہیں: (۱) ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کے فعل سے یعنی مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا خلق ہے۔ (۲) اور دوسرا حوادث جو ہے وہ جو بندے کے افعال ہیں بندے کا فعل ہے یہ بندوں نے الگ سے استقلالاً اُن کو پید کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو پیدا نہیں کیا اللہ تعالیٰ کا اُن کی خلق میں کوئی حصہ نہیں ہے (نعوذ باللہ)۔

سوال: اس حوالے سے قول بہت زیادہ ہیں، قدریہ جو ہیں اُن کے نزدیک بہت سارے خالق ہیں

جواب: مخلوقات کتنی ہیں ؟ اس اعتبار سے ہر انسان اپنے فعل کا خالق ہے تو کتنے خالق ہوئے ؟ ! تو عمومی طور پر دو ہیں، اور اگر آپ اس کو دیکھتے ہیں فرد کے اعتبار سے پھر تو بہت زیادہ ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے یہ بھی قول موجود ہے۔

اگلے درس میں ان شاءاللہ اس جملے سے درس کا آغاز کریں گے: "وَيَغْلو فيها قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الإِثْباتِ، حتَّى سَلَبوا العَبْدَ قُدْرَتَهُ وَاخْتِيارَهُ، وَيُخْرِجونَ عَنْ أَفْعالِ اللهِ وَأَحكامِهِ حِكَمَها وَمَصالِحَها"۔

اس جملے پر بات کریں گے کیونکہ غلو سے کام لینے والے جو گروہ ہیں انہوں نے کیا کیا ہے اور کس طریقے سے اللہ تعالیٰ کے افعال سے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اس کو خارج کر دیا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے اس کی کوئی حکمت نہیں ہے۔

دیکھیں جبریہ کو یعنی دیکھیں آپ کہتے ہیں کہ انسان مجبور ہے اس کے ساتھ کیا کیا مصیبتیں باقی ہیں یعنی اس نے کبھی شاید سوچا بھی نہیں ہو گا جو یہ بدعقیدگی وجود میں لایا ہے، تو اگلے درس میں ان شاءاللہ یہیں سے درس کا آغاز کریں گے۔

سوال: جو خوارج ہیں وہ کس میں آئیں گے قدریہ میں آئیں گے ؟

جواب: نہیں وہ اِن سے الگ ہیں، ایک چیز بتاؤں میں آپ کو کہ جو خوارج ہیں ان کا یعنی آپ یہ نہ سمجھیں کہ جتنے بھی گروہ ہیں وہ عقیدے کے ہر اصول میں اُن کی کوئی نہ کوئی غلطی ہے، لازمی نہیں ہے کیونکہ بعض اصول میں ہمارا اتفاق ہے اُن کے ساتھ (اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے) اور بعض میں نہیں ہے، تو اصل بات یہ نہیں ہے کہ خوارج کے تمام اصولوں میں غلطی ہو گی لازمی ہے؛ لازمی نہیں ہے یہ کیونکہ کچھ اصول ٹھیک بھی ہوں گے اور کچھ غلط بھی ہوں گے لیکن جس گروہ سے جہاں پر غلطی ہوئی ہے اس کی نشاندہی کرتے ہیں اور پر پھر تفصیل سے بات ہوتی ہے۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (092.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio